ترتیب :- استاد عبدالعزیز سید الاھل قاہرہ
ترجمہ :- ابن الحسین مولوی محمد اسلم مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

امام شافعیؒ اور شعر

قسط ۵

(اللہ کا فیصلہ)

امام فرماتے ہیں :

انکر فی نوی الفتی و صبری ‏ ‏ ‏ واحمد ہمتی و اذم دہری [1]

میں اپنے صبر اور فراقِ محبوب میں غور کرتا ہوں ، اور اپنے عزم کی مدح اور گردشِ زمانہ کی مذمت کرتا ہوں۔

وما قصرت فی طلب ولکن ‏ ‏ ‏ لریب الناس امر فوق امری

میں نے طلب (وجستجو) میں کبھی کوتاہی نہیں کی ، لیکن اللہ کا فیصلہ میری تدبیر پر غالب رہتا ہے۔

مطلب یہ کہ بعض دفعہ فراقِ محبوب ناقابلِ برداشت اور پیمانۂ صبر لبریز ہوجاتا ہے ، لیکن پھر بھی وصال کی دولت میسر نہیں آتی۔ ایسے مواقع میں غور وفکر کرنے والے کبھی انسان کی کوتاہ ہمتی پر الزام عائد کرتے ہیں کبھی اپنی ہمت کی نہیں بلکہ گردشِ دوراں اور فلکِ کوزہ پشت کی مذمت کرتے ہیں ، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نظریے غلط ہیں ، صحیح نظریہ یہ ہے کہ انسان کی تمام تدابیر اور ارادوں پر ارادۂ الٰہی غالب ہے۔ اور خدائی فیصلہ کے بغیر انسان کی عقل وتدبیر مطلوب تک رسائی سے عاجز ہے۔

(آدمی اپنی ذات کو خوب جانتا ہے)

ما حک جلدک مثل ظفرک ‏ ‏ ‏ فتول انت جمیع امرک [2]

تیرے جسم کو مثل تیرے ناخنوں کے کوئی چیز نہیں کھجا سکتی ، اپنے تمام امور کے خود متولی بنو۔

واذا قصدت لحاجۃ ‏ ‏ ‏ فاقصد لمعترف بفضلک

جب تجھے کوئی ضرورت پیش آئے تو کسی ایسے آدمی کی طرف رجوع کر جو تیرے (علم) وفضل کا معترف ہو۔

---

[1] ماخذ :- المغزول فی تسلیۃ المحزون [2] نور الابصار

اس قطعہ میں امام شافعیؒ خود اعتمادی کی تعلیم دیتے ہیں، یعنی دوسروں کے سہارے جینے کی عادت چھوڑو، اپنے قدموں پر کھڑا ہونا سیکھو۔ تاحد امکان کسی دوسرے سے مدد طلب نہ کرو، لیکن اگر تم اس کے لئے مجبور ہی ہو جاؤ تو اتنی رعایت بہرحال رکھو کہ جس کے سامنے تم اپنی ضرورت کا اظہار کرتے ہو وہ تمہارے علم و فضل اور مرتبہ و مقام کا معترف ہو، وہ تمہیں نفرت و حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔

(آرزو کا پورا ہونا)

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں میں نے امام شافعیؒ سے سنا وہ کسی واقعہ کو یاد کر کے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

لقد اصبحت نفسی تتوق الی مصر ومن دونها ارض المهامه والقفر

میرا دل مصر جانے کیلئے بیقرار تیار ہے، لیکن اس کے درمیان جنگلات اور چٹیل میدان حائل ہیں۔

فوالله ما ادری الفوز والغنی اساق الیها ام اساق الی قبری

بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میں کامیابی اور غنی کیلئے اسکی طرف کھچا جا رہا ہوں یا اپنی قبر کی طرف۔

امام شافعیؒ نے مکہ مکرمہ سے مصر جانے کا ارادہ فرمایا تو یہ دو شعر پڑھے، مطلب یہ کہ دل مصر جانے کے لئے بیقرار ہے۔ راستے کے کٹھن سفر کو برداشت کرنے کیلئے آمادہ ہے۔ یہ خدا ہی جانتا ہے کہ وہاں دنیوی مالداری اور کامیابی نصیب ہو گی۔ یا میری قبر کی کشش مجھے وہاں لئے جا رہی ہے۔ امام شافعیؒ کے شاگرد ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ کچھ ہی عرصہ بعد امامؒ کو یہ دونوں چیزیں مصر میں میسر آئیں۔ مالداری بھی اور آخری آرام گاہ بھی۔

(شریف نفس)

امامؒ فرماتے ہیں:

امطری لؤلؤا جبال سرندیب وفیضی آبار تکرور تبرا

اے (جزیرہ) سرندیب کے پہاڑ تم موتی برساتے رہو۔ اور اے تکرور کے کنوؤں تم سونا اگلتے رہو۔ (مگر میں معاشی چکر میں نہ سرندیب جانے کے لئے تیار ہوں نہ تکرور جانے کے لئے)

اس شعر میں امامؒ نے موتیوں کی نسبت پہاڑوں کیطرف کی ہے (حالانکہ وہ سمندروں میں ملتے ہیں۔) جو بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن شارح نے اس شعر کی جو توجیہ کی ہے اس کے پیش نظر امامؒ کے اس شعر میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔ شارح نے لکھا ہے: چونکہ جبال سرندیب (سرندیب کے پہاڑوں) پر ہمیشہ بارش ہوتی رہتی ہے، اور بارش کا پانی جب نیچی جگہوں میں جمع ہوتا ہے۔ تو ساتھ ساتھ عمدہ پتھروں (یاقوت احمر اور الماس وغیرہ) کے ریزے بھی چلے جاتے ہیں۔ اور وہاں جاکر جمع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ یہ پتھر نہایت قیمتی اور کارآمد ہیں اس بنا پر انکی طرف موتیوں کی نسبت کی گئی۔

جسطرح جزیرہ سرندیب کے پہاڑوں کے متعلق مشہور ہے کہ ان سے یاقوت احمر اور الماس وغیرہ نکلتے ہیں اسی طرح بلاد تکرور کے کنوؤں کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہاں سے سونا نکلتا ہے۔

امام شافعیؒ کی غرض اس شعر سے یہ ہے کہ مشرق و مغرب کے ان ممالک میں دولت کی اس قدر کثرت کے باوجود میں نے دنیا طلبی کے لئے کبھی انکا سفر اختیار نہیں کیا۔ جیساکہ عام طور پر لوگوں کی عادت ہے، اسکی حکمت اس دوسرے شعر میں بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

انا ان عشت لست اعدم قوتا ... واذ مت لست اعدم قبرا

میں اگر زندہ رہا تو اپنا رزق گم نہیں پاؤں گا۔ اور جب مرگیا تو قبر سے محروم نہیں رہوں گا۔

شعر کا حاصل یہ ہے۔ کہ انسان صرف دو چیزوں کا محتاج ہے۔ زندگی میں رزق (روٹی) کا اور مرنے کے بعد قبر کا۔ جب تک میں زندہ رہونگا مجھے میرا رزق ملتا رہے گا، اور مرنے کے بعد قبر سے محروم نہیں رہوں گا۔

ھمتی ھمۃ الملوک ونفسی ... نفس حر تری المذلۃ کفرا

میرا عزم اور حوصلہ بادشاہوں جیسا ہے۔ اور میرا نفس شریف نفس ہے۔ جو ذلت (و رسوائی) کو کفر سمجھتا ہے۔

امامؒ فرماتے ہیں۔ کہ میرا شریف نفس اُس ذلت اور رسوائی کو قطعاً برداشت نہیں کرتا۔ جو دنیا کمانے کی غرض سے دور دراز کے مقامات کے سفر میں پیش آتی ہے۔

ایک شریف النفس اور غیور انسان کو ایسا ہی خوددار ہونا چاہئے۔ لیکن ان لوگوں کا کیا حال ہے۔ یہ وہی جانتے ہیں۔ جو سب کچھ قربان کرکے انگلینڈ وغیرہ ناپاک ممالک کا رخ کرتے ہیں۔ اور وہاں چند ٹکوں کی خاطر انہیں کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اور کیسے کیسے اپنی عزت و غیرت کے علی الرغم ذلت و رسوائی کو قبول کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ : آدمی کو اس کا رزق اس طرح تلاش کرتا ہے جسطرح اسکی موت اسکو تلاش کرتی ہے۔
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۴)

اس حدیث پاک کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ آدمی کھانا کمانا چھوڑ کر ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے کیونکہ "حدیث" میں کسب حلال کے بیشمار فضائل آئے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان کو طلب دنیا میں اس قدر منہمک اور سرگرداں نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کے لئے عزت و ذلت کی پرواہ اور حلال و حرام ذرائع کی بھی تمیز نہ کرے۔ (واللہ اعلم)

(اللہ کی تعلیم) (قافیۃ الصاد)

شکوت الی وکیع سوء حفظی فارشدنی الی ترک المعاصی

میں نے اپنے استاد وکیع بن الجراح سے اپنے حافظے کی خرابی کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے ترک معاصی کی تلقین فرمائی اور فرمایا :

اعلم بان العلم فضل من الٰہ وفضل اللہ لایؤتاہ عاصی

خوب جان لو کہ "علم" اللہ کا فضل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا فضل (علم) گنہگار کو نہیں دیتے۔

شعر کی دوسری روایت "نور" کے ساتھ ہے :

فان العلم نور من الٰہ ونور اللہ لایؤتاہ عاصی

یعنی علم اللہ کا نور ہے اور اللہ اپنا نور عاصی کو نہیں دیتے۔ اس شعر کا معنی قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے : واتقوا اللہ یعلمکم اللہ ۔ علم بدون "تقویٰ" کے حاصل نہیں ہوسکتا، اگر ہو بھی جائے تو مفید اور نافع نہیں ہوتا۔ اس باب میں صوفیاء کا یہی مذہب ہے۔ بلکہ صوفیاء کے نزدیک وہی علم معتبر ہے۔ جو عالم کے قلب میں بطریق الہام القاء کیا جائے۔

حصول علم کے دو ذریعے ہیں۔ اول یہ کہ باری تعالیٰ خود اپنی طرف سے بغیر کسی کے مجاہدہ اور محنت اس کے قلب میں القاء فرمادیں۔ ثانی یہ کہ اللہ کی عبادت میں اتنی کثرت اور محنت کی جائے کہ آدمی کا قلب نہایت پاکیزہ اور روشن ہو جائے اور علوم نبوت اور معارف الٰہیہ کے دروازے کھل جائیں۔ اول انبیاء اور اولیاء کا طریقہ ہے اور دوسرا دیگر تمام انسانوں کا۔

(اہل بیت کی محبت) (قافیۃ الضاد)

ربیع بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ اشعار کہتے ہوئے سنا،

یا راکبا قف بالمحصب من منیٰ واھتف بقاعد خیفھا والناھض

اے سوار ہونے والے ! منیٰ میں مقام محصب پر کھڑے ہو جاؤ اور مقام خیف میں ہر بیٹھنے اور کھڑے ہونے والے کو آواز دو۔

سحرا اذا فاض الحجیج الی منیٰ فیضا کملتطم الفرات الفائض

(اور یہ ندا) سحری کے وقت دو جبکہ حجاج کا مجمع منیٰ کی طرف فرات کی موجوں کیطرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا کوچ کرے۔

ان کان رفضا حب ال محمد فلیشھد الثقلان انی رافضی

اگر رفض (شیعیت) ال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کا نام ہے، تو تمام جن وانس شہادت دیں کہ میں رافضی ہوں۔

محصب منیٰ میں رمی جمار کی ایک جگہ ہے، امامؒ نے ندا کو سحر کیساتھ مقید کیا ہے، کیونکہ اس وقت شور و شغب نہ ہونے کی وجہ سے مکمل سکون ہوتا ہے۔ تاکہ اطراف عالم سے آتے ہوئے تمام لوگ اس آواز کو اچھی طرح سن لیں۔ اور ان کو میرے عقیدہ کا خوب واضح طور پر علم ہو جائے۔

امام شافعیؒ پر اہل بیت کی محبت کا غلبہ تھا۔ اسی بنا پر بعض لوگوں نے ان کو رفض کیطرف منسوب کیا ہے۔ امامؒ ان اشعار میں اس تہمت کو بصد خوشی قبول کرتے ہوئے اس کا اعلان کر رہے ہیں تاکہ تمام دنیا کو علم ہو جائے۔ لیکن اہل رفض کو خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارے امامؒ رافضی نہیں تھے، ہاشمی تھے۔

(فتویٰ) (قافیۃ العین)

ایک آدمی امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا:

سل المفتی المکی من ال ھاشم اذا اشتد وجد بامرئ کیف یفعل

مفتیٔ مکہ سے جو کہ ہاشمی ہیں، پوچھو، کہ جب آدمی سخت وجد میں مبتلا ہو تو کیا کرے۔

امام شافعیؒ نے اس کے نیچے یہ شعر لکھ دیا:

یداوی ھواہ ثم یکتم وجدہ ویصبر فی کل الامور ویخضع

وہ خواہش نفس کا علاج کرے اور وجد کو پوشیدہ رکھے، تمام امور میں صبر سے کام لے، اور (خشوع) خضوع کو اختیار کرے۔

یہ آدمی رقعہ لے کر چلا گیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس آگیا۔ اور کاغذ پر امامؒ کے جواب کے نیچے یہ شعر لکھا ہوا تھا :

فکیف یداوی والهوی غالب الفتی وفی کل یوم غصۃ یتجرع

آدمی خواہش نفس کا علاج کیسے کرے جبکہ وہ اس پر غالب آرہی ہے۔ اور ہر روز اسکو تلخ سے تلخ گھونٹ پینے پڑتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے اس کے جواب میں یہ شعر لکھ دیا :

فان هو لم یصبر علی ما اصابہ فلیس لہ شئی سوی الموت انفع

اگر وہ اپنے مصائب پر صبر نہیں کر سکتا، تو اس کے لئے سوائے موت کے کوئی چیز سود مند نہیں ہو سکتی۔

(بے جا مشورہ دینا)

حرملہ کہتے ہیں میں نے امام شافعیؒ کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا :

ولا تعطین الرای من لا یریدہ فلا انت محمود ولا الرای نافعہ

ایسے شخص کو مشورہ مت دو جو تمہارے مشورہ کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ اسوقت نہ تمہیں اچھا آدمی سمجھا جائے گا۔ اور نہ تمہارا مشورہ مفید ہوگا۔

شعر کا حاصل یہ ہے کہ جب تک مشورہ طلب نہ کیا جائے اسوقت تک کسی کو مشورہ نہیں دینا چاہئے کیونکہ ایسی صورت میں نہ مشیر (مشورہ دینے والے) کی قدر ہوتی ہے اور نہ اس کے مشورہ

(طمع اور قناعت)

العبد حرّ ان قنع والحر عبد ان قنع

غلام آزاد ہوتا ہے اگر قناعت کرے۔ اور آزاد آدمی غلام ہوتا ہے اگر طمع کرے

اس شعر میں لفظ "قنع" اضداد میں سے ہے۔ اس کا معنی رضا اور قناعت کا بھی آتا ہے! اور طمع اور سوال کا بھی — چنانچہ پہلے مصرعہ میں قنع بمعنی رضا اور قناعت کے ہے۔ اور ثانی مصرعہ میں بمعنی ریا اور طمع کے۔

فاقنع ولا تقنع فلا شئی یشین سوی الطمع

سو قناعت کرو لالچ مت کرو۔ کیونکہ (انسان کے لئے) لالچ سے بڑھ کر کوئی چیز باعث عیب نہیں

اس شعر میں امام شافعیؒ قناعت کی ترغیب، اور طمع اور لالچ سے ترہیب دلاتے ہیں۔ اسلئے کہ قناعت صفت محمودہ ہے اور لالچ صفت مذمومہ۔ قناعت آدمی کو سیر چشم بناتی ہے۔ اور لالچ حریص۔ (مسلسل)